4

نضرۃ النعیم سیریز

دل بدلے تو زندگی بدلے

پارٹ-1

نفس روح قلب عقل

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفس روح قلب عقل

استاذہ نگہت ہاشمی

نفس رُوح قلب عقل

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : نفس، روح، قلب، عقل

مقررہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2007ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III فون 042-7060578-7060579

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ فون: 041 - 872 1851

بہاولپور : 7A، عزیز بھٹی روڈ، ماڈل ٹاؤن اے فون: 062 - 2875199
2885199، فیکس : 062 - 2888245

ملتان : 888/G/1، بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی، بوسن روڈ، گلگشت
فون: 061 - 600 8449

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کمپیوٹیشنز 48-B گرین مارکیٹ بہاولپور

قیمت : روپے

ابتدائیہ

انسان کا طرزِ عمل اس کے دل کے تابع ہے۔ انسانی قلب جس طرح سے بھی باہر کی دنیا سے چیزوں کے اثرات قبول کرتا ہے اسی سے اس کا رویہ متعین ہوتا ہے۔ انسان کے متاثر ہونے کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟ انسان کے اندر کی مختلف قوتیں کیسے عمل کرتی ہیں؟ درجہ بدرجہ رویے کے متعین ہونے کے لئے اندر کی جنگ کیسے فیصلہ کن موڑ تک پہنچتی ہے؟ یہ ایسے معاملات ہیں جس کا اثر ہر وقت ہر لمحہ ہماری زندگی پر ہوتا ہے۔ ہم دنیا میں کیسے رہتے ہیں؟ اس کو کیسے برتتے ہیں؟ اس کا انحصار ہمارے Internal decisions پر ہوتا ہے اور اندر کے فیصلے باہر کی دنیا سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس موضوع کے تحت یہ پتہ لگتا ہے کہ انسان فیصلہ کن موڑ تک کیسے پہنچتا ہے؟ نفس، روح، قلب اور عقل بارے میں جان کر در اصل اپنے رویے کی تہہ تک پہنچتے ہیں۔ بات ہمارے رویے کی ہے، ہماری زندگی کی ہے، ہماری کامیابی کی ہے۔ اس لئے جاننا فائدہ دے گا۔ نضرۃ النعیم کی سیریز میں "نفس، روح، قلب، عقل" کے موضوع پر استاذہ نگہت ہاشمی نے انسان کی تربیت

کے لئے اُس کے اندر کے تمام مسائل کو discuss کر کے تمام سوالات کا روزمرہ زندگی کی عام مثالوں کے ذریعے تسلی بخش جواب دیا ہے۔ اصطلاح کے نقطۂ نظر سے اس کتابچے کا مطالعہ مفید ثابت ہو۔

پبلیشنگ سیکشن
النور انٹرنیشنل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر انسان دوسرے انسان سے مختلف ہے۔ یہ اختلاف جسم کا بھی ہے اور رویوں کا بھی۔ جسم کے اختلاف کی بات تو سادہ سی ہے کہ بنانے والے نے اُس کو ایسا بنایا ہے۔ رویے کیوں مختلف ہو جاتے ہیں؟ یہ سوال اکثر انسانوں کو پریشان کرتا ہے اس لئے کہ صورت حال ایک جیسی ہی کیوں نہ ہو، ذہانت، خاندان، عمر، تعلیم میں بھی کوئی اختلاف نہ ہو کسی بھی واقعے پر ردِ عمل مختلف ہو سکتا ہے۔ انسان کو اپنی زندگی میں ہر وقت ردِ عمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی ردِ عمل سے ماحول میں افراد کے لئے گنجائش بھی بنتی اور ختم بھی ہوتی ہے اور پھر بڑی بات یہ ہے کہ یہی ردِ عمل ہیں جن کا حساب ہونا ہے ان ہی کی بنیاد پر ہمیشہ کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ ہونا ہے۔ اس لئے یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ Behind the behavior کیا ہے؟ انسان کے رویے کے متعین ہونے میں اگر بیرونی عوامل اثر انداز ہوتے ہیں تو اندر کیا ہوتا ہے؟ اندر کی مختلف قوتیں کیسے عمل کرتی ہیں اور معاملہ فیصلہ کن موڑ تک کیسے پہنچتا ہے؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم تھوڑا سا تفصیل کے ساتھ موضوع کو دیکھیں۔

انسانی وجود کے دو حصے ہوتے ہیں: ایک اُس کا مادی وجود ہے اور دوسرا رُوحانی وجود۔ مادی وجود کے لیے انسان کی شناخت اُس کا چہرہ اور اُس کا بدن بنتا ہے۔ رُوحانی وجود کے لیے جو اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں وہ چار قسم کی ہیں: نفس، روح، قلب اور عقل۔ ان

الفاظ کو بولنے والا، سننے والا، پڑھنے والا اِس کا مفہوم متعین کرنے میں غلطی کرتا ہے۔ اِس لیے ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہم قلب کے حالات جاننے سے پہلے اِن اصلاحات کو وضاحت سے دیکھیں۔

قلب:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سن لو! بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہوگا تو سارا بدن درست ہوگا اور جہاں وہ بگڑا، سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو! وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔''

(صحیح بخاری:52)

قلب کے حوالے سے پہلے ہم اِس کی اصطلاح [Terminology] کو دیکھیں گے، پھر ہم اس کے اُمور دیکھیں گے۔ ایک چیز ہے گوشت کا لوتھڑا جو ظاہری طور پر ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ یہ گوشت کا لوتھڑا شرعی اِصطلاح میں قلب نہیں کہلاتا۔ جب قرآنِ حکیم میں قلب کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اِس سے مراد بنیادی طور پر خون پمپ کرنے والا دل نہیں ہے۔ پھر قلب کیا ہے؟ قلب بنیادی طور پر حقیقت کا اِدراک کرنے والا، حقیقت کو سمجھنے والا ایک آلہ ہے۔ جیسے قلب کی ایک جسمانی صورت ہے اِسی طرح سے قلب کی ایک معنوی صورت ہے۔ جب بھی قرآنِ حکیم کی اِصطلاح کو ہم استعمال کریں گے تو یہ قلب آپ کو سوچتا ہوا، سمجھتا ہوا، فیصلے کرتا ہوا دکھائی دے گا جبکہ جسم کے اندر گوشت کا جو لوتھڑا موجود ہے، یہ گوشت کا لوتھڑا فیصلے نہیں کرتا۔ یہ تو خون پمپ کرتا ہے اور فرق کام کرتا ہے۔

قلب اور انسان کا کیا تعلق ہے؟ جیسے کوئی شخص جب کسی آلے کو استعمال کر رہا ہوتا ہے تو اُس کا جو تعلق آلے کے ساتھ ہوتا ہے یہی تعلق انسان کا اپنے قلب کے ساتھ ہے۔ یعنی قلب کو آپ ایک آلہ سمجھیں جس کو انسان استعمال کرتا ہے۔ جیسے فرض کریں اِس وقت

میں بول رہی ہوں، بولتے ہوئے یہ مائیک میرے سامنے ہے تو اِس مائیک سے میرا کیا کام ہے؟ اِس مائیک سے میں متاثر نہیں ہو رہی۔ اِس کی وجہ سے آواز پہنچ رہی ہے۔ لہٰذا انسان کو قلب کے زیرِ نگرانی نہیں رہنا، اُس نے اپنے قلب کو اپنے زیرِ نگرانی رکھنا ہے، اپنی عقل کے ساتھ اِس قلب کو کنٹرول کرنا ہے، اِس کو استعمال کرنا ہے۔

ہم اگر دیکھنا چاہیں کہ قلب کیا کام کرتا ہے؟ اور اس کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ یوں سمجھ لیں جیسے پوری انسانی زندگی کو قلب ہی کنٹرول کرتا ہے۔ انسان قلب کے ذریعے اپنے اعضاء کو، زبان کو، اپنے ذہن کو، اپنی پوری زندگی کو غرض ہر چیز کو استعمال کرتا ہے۔

رُوح:

اِسی طرح ایک دوسری اصطلاح استعمال ہوتی ہے، وہ رُوح ہے۔ رُوح کے بارے میں ہم اِتنا جانتے ہیں کہ یہ لطیف چیز ہے لیکن قرآنِ حکیم میں رُوح کی جو وضاحت آئی اِس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پہ بہت زیادہ بات کرنے کی ہمیں اجازت نہیں ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا تھا:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ (بنی اسرائیل:85)

”وہ آپ سے رُوح کے بارے میں سوال کرتے ہیں“۔

تو آپ ﷺ سے یہ کہا گیا کہ:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ (بنی اسرائیل:85)

”کہہ دو رُوح تو میرے رب کے حکم سے ہے“۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ رُوح رب کے حکم سے ہے۔ رُوح لطیف چیز ہے اور اس کا منبع بنیادی طور پر دل کا خلا ہے۔ اِس کو یہ رُوح پورا کرتی ہے۔ قلب کا خلا رُوح سے پورا ہوتا

ہے۔مثال کے طور پر جس طرح ایک انسان زندہ ہے اور ایک زندہ نہیں ہے تو دونوں میں کیا فرق ہے؟ زندہ انسان کا دل کام کر رہا ہے، اُس کے اعضاء کام کر رہے ہیں، آنکھیں دیکھ رہی ہیں، کان سن رہے ہیں، زبان بول رہی ہے اور ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر کام کر رہی ہے لیکن اِس کے مقابلے میں مردہ انسان میں کیا فرق ہوتا ہے؟ کیا چیز اُس کے اندر نہیں ہوتی؟ رُوح نہیں ہوتی۔

رُوح کا منبع کیا ہے؟ رُوح کا مرکز کیا ہے؟ قلب ہے۔ اگر رُوح اور قلب کی مثال کو دیکھنا چاہیں تو یہ مثال ایسے ہے کہ رُوح انسان کی رگوں میں، اُس کی شریانوں میں، سارے اعضائے بدن میں پھیلتی ہے اور اعضائے بدن کو یہ رُوح زندگی عطا کرتی ہے۔رُوح کی حیثیت ایک چراغ کی طرح ہے اور زندگی نور کی طرح ہے۔روح کا انسانی جسم میں جاری و ساری ہونا ایسا ہے جیسے چراغ جلتا ہے تو چاروں طرف اِس کی روشنی پھیلتی بھی ہے اور سرائیت کر جاتی ہے۔ایسے ہی ایک انسان کے قلب میں، دل میں رُوح موجود ہے تو زندگی کا نور پھیلتا ہے۔اُس کی روشنی حیات ہے۔اس کی وجہ سے انسان کو زندگی ملتی ہے، اس کی وجہ سے ایک انسان دنیا میں کچھ کرنے کے قابل ہوتا ہے۔آنکھ بھی روشن ہے، زبان بھی کام کرتی ہے، ذہن بھی کام کرتا ہے۔ ہر چیز پھر چلتی ہے۔ ہر چیز کے اندر یہ روح سماتی ہے۔ رُوح تو آپ کی انگلی کے اس پور میں بھی موجود ہے۔آپ محسوس کرتے ہیں؟ یہ زندگی ہے۔ یہ رُوح ہے جس کو آپ محسوس کرتے ہیں۔ یہ فقط دل کے اندر نہیں انسان کی ہر ہر رگ، ہر ہر ریشے میں یہ رُوح سمائی ہوئی ہے۔میں نے چراغ کی مثال دی ہے کہ جیسے چراغ روشن ہوتا ہے تو اس کی روشنی اردگرد پھیلتی ہے، ایسے ہی رُوح انسان کے پورے بدن میں سرائیت کیے ہوئے ہوتی ہے۔رُوح کے ساتھ ہی انسان کا بدن زندہ ہوتا ہے اور پھر آپ دیکھیں رُوح اور قلب کے یہی الفاظ ڈاکٹرز بھی استعمال کرتے ہیں کہ فلاں کو ہارٹ اٹیک ہو گیا اور اُس

کی رُوح قبض ہوگئی ،فلاں کا یہ مسئلہ ہوگیا اور فلاں کا دل بیمار ہے۔

ایک چیز ذہن میں رکھنی ہے کہ اَخلاق کے موضوع پر جب ہم بات کریں گے تو ہم گوشت پوست پر بات نہیں کریں گے، ہم اِس کی اُس اصل حقیقت پر بات کریں گے جس کی وجہ سے گوشت پوست کام کا رہتا ہے ورنہ گوشت پوست کا فائدہ نہیں ہوتا۔مثال کے طور پر ایک انسان کا بالکل ٹھیک کام کرتا ہوا دل موجود ہے لیکن رُوح نکل جائے تو دل کا اب کوئی کام نہیں رہ گیا، دل کی زندگی ختم ہوگئی۔ہم نے بنیادی طور پر اپنے اَخلاق کے حوالے سے بات کرنی ہے، گوشت پوست اور رُوح کی بات نہیں کرنی، اِس کی اصل spirit کی بات کرنی ہے۔

نفس:

تیسری چیز ہے نفس۔ نفس کے بارے میں ہم پہلے پڑھ چکے۔ نفس بنیادی طور پر انسان کے اندر دو قوتوں کو لیے ہوئے ہوتا ہے: ایک غضب یعنی غصہ اور دوسری شہوت یعنی خواہشات۔ یہ دو چیزیں نفس کے اندر ہوتی ہیں۔

اگر عموماً دیکھیں تو نفس negative sense میں استعمال ہوتا ہے جیسے نفسِ امّارہ۔ اگر commonly نفس کے لفظ کو استعمال کریں کہ میرا نفس مجھے یہ کہتا ہے تو یہ نفس positive sense میں استعمال نہیں ہوتا حالانکہ اِس کا مثبت استعمال بھی ہے جیسے نفسِ مطمئنہ۔اطمینان والی جان کے لیے جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ بھی نفس ہی کا ہے لیکن دو قوتیں جو کام کرتی ہیں غضب اور شہوت کی، یہ نفس کی علامت ہے۔ اِن چیزوں کا استعمال [usage] نفس کو یا تو امّارہ بنائے گا یا لوّامہ یا مطمئنہ۔ دو قوتیں کون سی ہیں؟ قوتِ غضب اور قوتِ شہوت۔

اِس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ نفس بنیادی طور پر اِن دو خصوصیات کی وجہ سے اپنے

کمال کو بھی پہنچتا ہے اور اِس کو زوال بھی آتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ دیکھیں کہ ایک انسان کے دل پر شیطان کا قبضہ ہو جاتا ہے، انسان ایسے غصے میں آتا ہے جس کو وہ کنٹرول نہیں کر سکتا اور اِس غصے پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے انسان سے برائیاں سرزد ہوتی ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے اپنے نفس کو ابلیس کے ہاتھ میں دے دیا، سونپ دیا۔ اب جو برائی کا حکم ہے وہ اُس کی جانب سے آ رہا ہے کیونکہ انسان یا تو اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر سکتا ہے یا شیطان کے۔ جب انسان کے اندر غضب کی آگ بھڑکتی ہے تو اِس کی وجہ سے ایک انسان شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتا ہے جس سے وہ کھیلتا ہے اور ایسے ہی خواہشات کی محبت کا معاملہ ہے۔ انسان کی خواہشات سے شیطان کھیلتا ہے اور خواہشات کی وجہ سے اُسے رب کے راستے سے دُور لے جاتا ہے۔

ہم نے نفس کی تین اقسام دیکھی ہیں:

1۔ نفسِ امّارہ

2۔ نفسِ لوّامہ

3۔ نفسِ مطمئنّہ

نفسِ اَمّارہ سرکش نفس ہے جو اپنے غضب کو، شہوت کو کنٹرول نہیں کرتا اور لوّامہ وہ ہے جو غضب اور شہوت کی قوتوں کو کبھی صحیح استعمال کر لیتا ہے کبھی غلط اور جب غلط استعمال ہوتا ہے تو اِس پر پچھتاوا ہوتا ہے اور جب صحیح جگہ پر استعمال نہیں ہوتا تب بھی اُسے پچھتاوا ہوتا ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ انسان اپنے غضب کی قوت کا مثبت استعمال کر سکے؟ غضب کی قوت کا مثبت استعمال کیسے ہو سکتا ہے؟ غضب تو ایک قوت [power] ہے، اِس قوت کو کہاں لگانا ہے؟ اور کیسے لگانا ہے؟

طالبہ: اِس کی مثال مجھے یاد آ رہی ہے کہ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ غصہ آتا تھا تو

رسول اللہ ﷺ نے جہاد کے لیے انہیں مقرر[depute] کیا تو اُنہوں نے اِس قوت کو وہاں استعمال کرلیا۔

استاذہ: ٹھیک ہے۔

طالبہ: شفقتنگ والی بات تھی میرے ذہن میں بھی کہ اگر آپ اپنی توجہ کا رخ موڑ دیں یعنی Concentration اِدھر divert کردیں تو آپ کی ساری صلاحیت کاموں کی اِصلاح میں لگ جائے گی۔

استاذہ: ٹھیک ہے۔

عقل:

چوتھا لفظ ہے عقل۔ عقل کیا ہے؟ عقل حقائق کے علم کا نام ہے۔ایک ایسی قوت ہے جس کے توسط سے انسان کو سمجھ ملتی ہے۔ عقل علم کا دوسرا نام ہے۔ایک انسان کو عقل کے توسط سے ہی اشیاء کا اِدراک کرنے کا، اِن کی حقیقت کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔عقل کے بارے میں یہ بات سامنے رکھنا چاہتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

اَلْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِی (رحمة للعالمین)

''عقل تو میرے دین کی بنیاد ہے۔''

عقل تو foundation ہے اور عقل کی جو مثال رسول اللہ ﷺ نے دی تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ عقل ایک زندہ وجود ہے۔مثال کے طور پر آپ ﷺ نے عقل کے حوالے سے فرمایا کہ

''عقل کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ پھر فرمایا کہ سامنے آجا، وہ سامنے آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پشت پھیر لو تو اُس نے پشت پھیر لی۔'' (احیاء العلوم)

اِس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ عقل بنیادی طور پر sense کا نام ہے اور sense کیا ہوتی ہے؟ اچھائی اور برائی کی شناخت، اچھائی اور برائی کی حقیقت کو سمجھنا۔

اب تک ہم نے یہ چار اصطلاحات دیکھی ہیں: قلب، روح، نفس اور عقل۔ قلب کسے کہتے ہیں؟ حقیقت کا اِدراک کرنے والا آلہ۔ عقل کسے کہتے ہیں؟ حقائق کا علم، سمجھ۔ نفس کسے کہتے ہیں؟ دو قوتوں پر مشتمل چیز کو نفس کہتے ہیں۔ نفس کی دونوں قوتیں قوتِ غضب اور قوتِ شہوت ہیں۔ رُوح کسے کہتے ہیں؟ جس کے ہونے سے زندگی ہوتی ہے اور جس کے چلے جانے سے زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

اس دنیا میں سب سے قیمتی چیز قلبِ انسانی ہے لیکن وہ دل جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے اور وہی دل اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گرتا ہے اور آپ دیکھیں کہ قیمتی متاع تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق:19)

''سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ''۔

یہ سجدہ پوری عقل، فہم، اِدراک اور معرفت کے بعد ہے۔ سچی پہچان کے بعد جو سجدہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے آگے جو جھک جانا ہے، یہ معرفت انسان کو، اُس کے قلب کو رب کے قریب کر دیتی ہے۔ انسان کا قلب بے انتہا اہمیت کا حامل ہے۔ دیکھیں یہ قلب ایسا ہے رب کہتا ہے:

''جس نے اِس کا تزکیہ کر لیا وہ کامیاب ہے اور جس نے اِس کو دبا دیا وہ نامراد ہے''۔(الشمس 9,10)

قلب کا جو لفظ بنیادی طور پر ہم ایک آلے کے لیے استعمال کریں گے جس کو ہم نے

اپنی کامیابی کے لیے استعمال کرتا ہے۔ انسان اس کو اپنی ناکامی کے لیے بھی استعمال کر لیتا ہے۔ اسی کے ذریعے کام ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر میں بول رہی ہوں، یہ مائیک ایک آلہ ہے جس کے توسط سے یہ آواز آپ تک پہنچ رہی ہے۔ ایسے ہی ایک بادشاہ ہے انسان کے جسم کے اندر جس کی حکمرانی ہے۔ اس کے توسط سے پورا جسم اور تمام اعمال کنٹرول ہوتے ہیں۔

اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (صحیح بخاری:52)

''خبردار رہو! وہ دل ہے''۔

دل کنٹرول کرتا ہے۔ دل کے توسط سے پورا جسم ہینڈل ہوتا ہے۔ جیسے آپ کہتے ہیں کہ میرا دل یہ چاہتا ہے۔ سادہ طریقے سے دیکھیں کہ آپ اپنے آپ کو کیسے manage کرتے ہیں؟ جو دل چاہتا ہے وہ کرتے ہیں ناں! میرا دل نہیں چاہتا کہ میں آج فلاں چیز کھاؤں اور آپ نے پھر نہ کھائی تو آپ کس کے غلام ہیں؟ پتہ لگتا ہے ناں کہ شہوت کے غلام ہیں، خواہش کے غلام ہیں۔ یہ دل ہے جس کے ذریعے انسان کی زندگی بدل بھی سکتی ہے، انسان اپنے رب کے قریب بھی ہو سکتا ہے اور اس دل کے توسط سے انسان رب سے دُور بھی ہو سکتا ہے تو انسان کے دل کے تزکیے کی، پاکی اور صفائی کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سارے پیغمبر کس لیے بھیجے؟ تزکیے کے لیے۔ ہم اسے تزکیۂ نفس کہتے ہیں، تزکیہ پاکی کا عمل ہے، آلودگیوں کو، گندگیوں کو دُور کرنے کا عمل ہے، صفائی کا عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر چیز کی کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کرنے والی چیز ہوتی ہے اور دل کی صفائی ستھرائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔'' (ابن ابی الدنیا)

مجھے تو لگتا ہے کہ ہم جو اصطلاح بھی استعمال کریں گے وہ ہمیں کہیں اور ہی پہنچائے

گے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی یاد کی بات آتی ہے تو بس یہ بات ہی یاد رہ جاتی ہے کہ انگلیوں پہ کیا پڑھ لیا؟ تسبیح پہ کیا پڑھ لیا؟ یاد رکھئے گا: یہ یاد کا ایک طریقہ ہے لیکن یہ دل کی صفائی ستھرائی کرنے والی وہ یاد نہیں ہے جس نے دل کو پاک کر دینا ہے۔ یہاں کون سی یاد مراد ہے؟ جو انسان کے اندر، اُس کی عقل، اُس کے علم کی وجہ سے آئے، جو انسان کے رگ و ریشے میں سما جائے، جس کی وجہ سے ایک انسان درست فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں آئے، جس کی وجہ سے ایک انسان برائی سے بچ جائے۔ صفائی تو وہیں ہوگی ناں جہاں صفائی کرنے والی کوئی چیز ہوگی۔ انسان کی زندگی میں کوئی تبدیلی شعور کے بغیر نہیں آسکتی۔ انسان کی Reasoning بنیادی طور پر cleaner کا کام کرتی ہے۔ Reasoning کی وجہ سے ایک انسان کا دل صاف ہوتا ہے۔ Reasoning کی وجہ سے انسان کا دل چمکتا ہے اور یہ Reasoning رب کی نشانیوں میں سے ہے، خدا کی نشانی ہے۔ Reasoning بڑی یاد ہے۔ اِس Reasoning کی وجہ سے ایک انسان اپنے قلب کو پاک کرتا ہے، صاف کرتا ہے۔ جب ایک انسان proper reasoning نہیں کرسکتا تو اِس کا دل بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ Reasoning انسان کب کرسکتا ہے؟ جب اُس کے پاس علم ہو اور علم کون سا؟ اللہ تعالیٰ کی صفات کا، اللہ تعالیٰ کی ذات کا، اللہ تعالیٰ کے اسماء کا علم، حق کا علم، اللہ تعالیٰ کے کلام کا علم، اللہ کے رسول ﷺ کی حیات کا، آپ ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات کا علم۔ وہ دل جو علم حاصل کرتا ہے وہ روشن ہو جاتا ہے اور جو دل علم حاصل نہیں کرتا وہ اندھیرے میں چلا جاتا ہے۔

قرآنِ حکیم کی ایک آیت کے حوالے سے آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہاں اِس سے کیا مراد ہے؟

إِنَّ اللّٰهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ (الانفال:24)

”یقیناً اللہ تعالیٰ بندے اور اِس کے دل کے مابین حائل ہے“۔

اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے مابین کیسے حائل ہوتا ہے؟ قلب کے درمیان حائل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حائل کیا چیز ہوتی ہے؟ جو رکاوٹ ہے۔ یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ بندے اور اس کے دل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان اپنے نفس کو پہچاننا چاہتا ہے، ایک انسان حق کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے لیکن انسان کی غلطیوں کی وجہ سے، خطاؤں کی وجہ سے، اُس کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رکاوٹ بن جاتا ہے اور انسان حق شناس نہیں بن پاتا۔ اللہ تعالیٰ دل کے درمیان ایک رکاوٹ، ایک پردہ حائل کر دیتا ہے۔ پھر انسان نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچانتا ہے، نہ اپنی ذات کو پہچان پاتا ہے۔ اپنے آپ کو جاننا، اپنے آپ کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قول ہے

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

”جو اپنی ذات کو پہچانتا ہے وہ اپنے رب کو پہچانتا ہے“۔

اپنی ذات کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے انسان سے رب کی پہچان گم ہو جاتی ہے۔ اس کو ہم مثال سے سمجھیں گے تو زیادہ آسان ہو جائے گا۔ ایک انسان نے غیبت کی اور غیبت کرنے کے بعد اب وہ یہ چاہتا ہے کہ اپنا جائزہ لے لے۔ اب کیا ہے؟ غیبت سے اُس کے دل پر اللہ تعالیٰ ایک پردہ ڈال دیتے ہیں۔ اب اِس پردے کی وجہ سے ایک انسان کے دل سے خوف اُٹھ جاتا ہے۔ ایک انسان اپنے آپ کو غلامی کے مقام پر نہیں رکھ سکتا، وہ اپنی حقیقت بھول جاتا ہے، اکڑ جاتا ہے۔ اُس کے لیے اکڑنا آسان ہو جاتا ہے اور جھکنا بہت مشکل، وہ بندگی کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ وہ داغ، وہ دھبہ، وہ گندگی ختم نہیں ہو جاتی۔ یہ بات اگر آپ نے سمجھ لی تو آپ اخلاق کی ہر بات سمجھ جائیں گے۔ یہ بات سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اِسی پر اگلی باتوں کا انحصار ہے۔

طالبات کے سوالات

طالبہ: جیسے آپ نے بتایا کہ ایک انسان غیبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ کی وجہ سے اُس کے دل پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ اب ایسی حالت سے واپسی کا کوئی راستہ ہے؟

استاذہ: دوسری طرف بھی دیکھیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی گنجائش رکھی ہوئی ہے؟ لوٹنے کا کوئی راستہ ہے؟ جی ہاں! توبہ کا پانی گناہ کے داغ دھو دیتا ہے۔ توبہ کا راستہ اگر ایک انسان اختیار نہیں کرتا تو دل داغ دار رہتا ہے۔ داغدار دل، سیاہ دل کے اندر حق کی معرفت نہیں آتی، پہچان نہیں آتی، دلیل کی روشنی نہیں آتی۔ اِس کے لیے پھر کس چیز کی ضرورت ہے؟ توبہ کی، اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے کی، معافیاں مانگنے کی ضرورت ہے۔ جس وقت انسان سچے دل سے توبہ کرتا ہے، مثلاً جب کبھی لرزاہٹ یا تڑپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اُس وقت دل کی حالت مختلف ہوتی ہے۔ یقیناً یہ کیفیت اُس حالت سے مختلف ہوتی ہے جب انسان گناہ کر رہا ہوتا ہے۔ کیا عین گناہ کے وقت دل اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکا ہوا ہوتا ہے؟ توبہ سے ہی تو جھکتا ہے، دل صاف ہوتا ہے تب اُس کے اندر نیکی کا نور آ سکتا ہے، روشنی آتی ہے۔ یہ دل کی سیاہی ہے جو دراصل پردے کی صورت میں انسان کے اور رب کے مابین حائل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ میں حائل ہوتا ہوں۔

اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ (الانفال:24)

''اللہ تعالیٰ حائل ہوتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ بندے کے لیے خود رکاوٹ بن جاتا ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ رکاوٹ ہے جب تک کہ ایک انسان اپنی برائی سے پلٹ نہیں آتا، رجوع الی اللہ نہیں کرلیتا۔ اُس نے رجوع الی اللہ کیا، توبہ کی تب ہی وہ پردہ ہٹے گا، پھر ہی وہ دل حق شناس بنے گا، پھر اُس کے لیے رب کی طرف لوٹنا اور نیکیاں کرنا ممکن ہوگا۔ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی محسوس کیا کہ دل سخت ہوگیا، نیکی کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ کبھی آپ نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکاؤ کی کیفیت نہیں ہے۔ ایسی کیفیت کب ہوتی ہے؟ پیچھے کیا ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ کیفیت ہوتی ہے؟ کیا کوئی غلطی ہوتی ہے؟ Realise کیا ہے کبھی؟ غلطی کے بعد انسان کی کیفیت نارمل نہیں رہتی جب تک کہ انسان توبہ نہیں کرلیتا۔ قرآنِ پاک میں رب العزت کہتے ہیں کہ:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ (الحشر:19)

''اُن لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُن کی جانیں بھلا دیں''۔

غلطی ہوتی ہی تب ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کو بھولتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انتقام ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر سوچنے ہی نہیں دیتا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے نفس کی نگرانی اللہ تعالیٰ نہیں کرنے دیتا، رب کی پہچان نہیں آتی، اپنے نفس کے معاملات کا پھر پتہ نہیں لگتا۔ سب سے بڑا کام آپ کو کیا دکھائی دیتا ہے؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اپنا تزکیہ کرلیں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ رب کے پسندیدہ بن جائیں؟ رب

کے راستے پہ بھاگیں، آگے چلیں؟ پہلا کام کرنے کا کیا ہے؟ اپنے اور اپنے رب کے درمیان پردہ حائل نہ ہونے دیں، یعنی رکاوٹ کوئی نہ آئے۔ کبھی ایسا نہ ہو کہ دل پر کوئی گناہوں کا پردہ پڑ جائے، سب سے پہلے غلطی سے بچنا ہے۔

طالبہ: اِتنی غیبتیں کرنے کے بعد میں تو حق نہیں رکھتی لیکن میرا رب مجھے یہاں لے آیا۔

استاذہ: کیا کبھی توبہ نہیں کی؟

طالبہ: سب غلطیوں پر نہیں کی۔

استاذہ: یہ بات نہیں ہوتی۔ کیا کبھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکی ہیں؟ کبھی اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگا ہے؟

طالبہ: مانگا تو ہے لیکن یہ سوچ کر نہیں کہ اِن گناہوں کی مجھے معافی دے دیں۔

استاذہ: generally تو توبہ کی ہے ناں! یہ اُس کی رحمت ہے۔ وہ جس پر چاہے مہربانی کر سکتا ہے۔ ہمارا آقا، ہمارا مالک کوئی بخیل نہیں ہے کہ جب وہ کسی کو جھکا ہوا دیکھے تو کہے کہ فلاں کام تو اُس نے مجھ سے کہا نہیں تھا لہٰذا اب میں نے یہ نہیں کرنا۔ اِس غلطی پر بھلا اِس نے کوئی معافی مانگی تھی کہ میں معاف کر دوں؟ ایک انسان معافی مانگتا ہے، اُس کا دل جھکا ہوا ہے تو رب چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں آتا ہے اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر سکتا ہے لیکن شرک کا گناہ وہ معاف نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کر سکتے ہیں۔

طالبہ 2: جس طرح بات ہوئی کہ اللہ تعالیٰ بندے اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ حائل ہو گئے۔ اِس حوالے سے یہ بات میں نے پوچھنی تھی کہ انسان گناہِ کبیرہ کرتا ہے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کامیابیوں سے نوازتا ہے حالانکہ انسان نے گناہوں پر توبہ نہیں کی ہوتی۔ کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ

کی رحمتیں ہو رہی ہوتی ہیں؟

استاذہ: قانونِ امہال ہے اللہ تعالیٰ کا۔ مہلت کی رسی کھینچی جائے گی تو انسان منہ کے بل گرے گا۔ جس کو انسان انعام سمجھتا ہے وہ اُس کا امتحان ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ مجھے لگتا ہے کہ صغیرہ اور کبیرہ گناہ کا تصور بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ صغیرہ گناہ کون سے ہیں اور کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ چھوٹا سا گناہ جو انسان نیت اور ارادے کے ساتھ کرے وہ بھی سب سے بڑا بن جائے گا۔ ارادتاً کیے جانے والے گناہ اور غلطیاں کبیرہ ہیں۔ جو انسان سے انجانے میں سرزد ہو جائیں چھوٹی چھوٹی باتیں وہ صغیرہ گناہ ہیں لیکن مجھے یہ بتائیں کہ بھلا کون سا ایسا گناہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے نہ روکا ہو؟ فرض کریں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا۔ اب اگر انسان وہ کام کرلے تو وہ صغیرہ کیسے ہو گیا؟ صرف دنیا کی زندگی میں یہ ہے کہ کچھ گناہ ایسے ہیں جن پر سزائیں مقرر ہیں اور کچھ گناہ ایسے ہیں جن پر مقرر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں کون سا گناہ ایسا ہے جس کے لیے سزا مقرر نہیں ہے؟ اور پھر یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عائشہ! چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچتی رہا کرو کیونکہ یہ مل کر بڑے ہو جاتے ہیں"۔

انسان اپنے آپ کو جھوٹی تسلی دیتا رہتا ہے کہ نہیں یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ اب اگر یہ ہو گیا تو چلو کوئی بات نہیں ہے۔ ایک مومن concious ہوتا ہے، الرٹ ہوتا ہے کہ اُس سے غلطیاں نہ ہوں۔ جان بوجھ کر وہ کبھی غلطی نہیں کرتا۔ اگر وہ جان بوجھ کر غلطی کر رہا ہے تو اُس کو اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہیے۔ وہاں ایمان نہیں ملے گا اب، ایمان خراب ہو چکا ہو گا۔

طالبہ 3: کوشش بھی کریں کہ وہ غلطی Remove ہو جائے لیکن پھر بھی وہ ذہن میں آجاتی ہے۔
ماضی میں ہم لوگوں نے بہت زیادہ songs سنے ہیں، دیکھے ہیں، موویز بھی دیکھیں۔
اب ذہن میں ہے کہ یہ سب کچھ نہیں کرنا لیکن جیسے اگر کہیں song کی آواز سنائی
دے تو ذہن میں اُس کا خیال آجاتا ہے۔ پھر توبہ واستغفار کرتی ہوں۔ جب تک
شعوری کوشش کروں سب ٹھیک رہتا ہے لیکن پھر بھی وہ پرانی چیزیں یاد آجاتی ہیں۔

استاذہ: آپ خود محسوس کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کی ہوئی بات زندگی بھر دُکھ دیتی رہتی ہے۔
انسان کی اصلاح کا معاملہ خیال سے شروع ہوتا ہے لہٰذا خیال کو آنے نہیں دینا،
جھٹک دینا ہے۔ خیال نہ آنے دیں، اُس کو ذہن میں بسنے نہ دیں۔ ہمارے ساتھ
یہ معاملہ ہوتا ہے کہ ہم غفلت کی وجہ سے خیال پر قدغن نہیں لگاتے اور جب وہ اندر آ
جاتا ہے تو فساد پھیلاتا ہے۔ لہٰذا خیال آنے نہیں دینا۔ خیال تب آتا ہے جب انسان
غافل ہوتا ہے۔ جب اُسے فکر تھوڑی کم ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ چلو کوئی بات نہیں
میں نے کون سا اِس خیال کو خود سے سوچا تھا؟ خود ہی آ گیا ہے اور کون سا اِس پہ پکڑ
ہونی ہے؟ اور میرا کیا اختیار ہے؟ بات یہ ہے کہ اِس پر پکڑ ہو یا نہ ہو، دنیا میں انسان
کی زندگی اُتنی دیر کے لیے جب تک وہ ذہن میں موجود ہے، جہنم ضرور بنتی ہے۔
خیال اِدھر اُدھر ہر طرف خرابی پھیلا دیتا ہے اور خرابی جانتے ہیں کیا ہوتی ہے؟
خیال انسان کی سوچ کا رُخ بدل دیتا ہے، انسان کی سوچ خراب ہوتی ہے تو عمل
خراب ہو جاتا ہے۔ جوگی جہلمی کا شعر ہے

؎ نہ مال نال زندگی نہ زال نال زندگی
خیال نال موت تے خیال نال زندگی

ایک خیال، ایک وسوسہ جو آ گیا بس اُسی نے سب کام خراب کرانے ہیں۔ لہٰذا خیال

اور وسوسہ آنے پر فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لینا ہے اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیں۔ شیطان سے پناہ مانگنے کا طریقہ اللہ رب العزت نے خود سکھایا ہے:

وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ (الاعراف:200)

وسوسے تو انسان کے دل کے اندر آتے ہیں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے سے آپ دیکھیں گے اللہ تعالیٰ خود بخود سیٹ کر دیں گے۔ جیسے کسی چور، ڈاکو سے بچنے کے لیے گیٹ پر سیکیورٹی اور پہرے کا انتظام ہوتا ہے، ایسے ہی دل کے باہر بھی شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لیے پہرہ لگالیں بلکہ اِسے tight (ٹائٹ) کرلیں پھر صحیح ہوگا۔

طالبہ 4: جو گناہ جان بوجھ کر کیے جائیں وہ کبیرہ ہوتے ہیں۔ صغیرہ گناہ کون سے ہیں؟

استاذہ: جرائم کی کیفیت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ زنا ایک جرم ہے اور قابلِ تعزیر ہے لیکن ہر زنا برابر نہیں ہے۔ مثلاً ایک انسان اگر اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے تو وہ باہر کسی اور کے ساتھ زنا کرنے کے برابر نہیں۔ ہمسائی کے ساتھ زنا ماں کے ساتھ یا بہن کے ساتھ زنا کے برابر نہیں۔ ایک انسان اگر مسجد کے اندر زنا کرے تو یہ آخری درجہ ہے کہ اس مقدس مقام کی حرمت کو بھی پامال کیا تو گناہ اور غلطیوں کے درجات ایک جیسے نہیں ہوتے اور اگر انسان اِس کو جان بوجھ کر کر رہا ہو تو یہی تو سرکشی ہے، یہی تو نفسِ امّارہ ہے۔ اُس کو پتہ ہے پھر بھی کر رہا ہے۔

طالبہ 5: بہت سے چھوٹے چھوٹے کام ایسے ہوتے ہیں جن کا ہمیں خود بھی پتہ نہیں ہوتا لیکن ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کبھی ہمارے Expressions سے کسی کو دُکھ پہنچ گیا یا ہم

کوئی چیز رکھ کے بھول گئے اور اُس کی وجہ سے کسی کو تکلیف پہنچ گئی تو کیا یہ بھی اللہ تعالیٰ اور انسان کے دل کے درمیان حائل ہونے والی بات ہے؟ کیا اِس کو بھی اسی میں Consider کیا جائے گا؟

استاذہ: اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ

''اللہ تعالیٰ حائل ہے بندے اور اُس کے قلب کے درمیان''۔

اِس سے مراد جان بوجھ کر ایسے کام انجام دینا ہے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے لیکن غفلت بھی ایسی چیز نہیں ہے جس پر کوئی معافی مل سکے کہ ایک انسان نے کوئی کام غفلت میں کیا۔ مثلاً پتہ چلا کہ کلاس میں بیٹھے بیٹھے کوئی سو گیا ہے اور اُس کا پین کسی کے کپڑوں پر پڑا اور سارے کپڑے داغدار کر دیے۔ اگر دیکھا جائے تو اُس نے شعوری طور پہ یہ کام نہیں کیا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کلاس میں سویا ہی کیوں تھا؟ بہر حال پکڑ والی بات تو ہے اور دوسرے سے معافی مانگنے والی بات بھی ہے۔ اِس معاملے میں دو لوگوں کے درمیان تلخی جاتی ہے تو پردہ آجائے گا اور اگر تلخی نہیں ہوتی، دوسرے سے معافی مانگنے سے وہ معاف کر دیتا ہے تو بات فرق ہو جائے گی۔

احساسِ جرم، احساسِ خطا اور اعتراف انسان کو دوسرے مقام پر لے جاتا ہے۔ بڑے سے بڑا گناہ بھی ہو، ایک انسان اگر توبہ کر لیتا ہے اور مسلسل توبہ کی روِش جاری رکھتا ہے تو اُس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں معافی مل جاتی ہے۔ پھر پردہ حائل نہیں ہوتا اور جو غلطی سے کوئی کام ہو جاتا ہے، انجانے میں ہو جاتا ہے تو بہر حال انجانے کاموں پر بھی انسان کو ضرور سوچنا چاہیے۔ کسی چیز کو اُس کے صحیح مقام پر نہ رکھنا شرعی اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟ ظلم۔ اب یہ بتائیں کہ ظلم کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ گناہ ہے؟

اس کی پکڑ ہونے والی ہے یا نہیں؟ اس ظلم کو ہمارے ہاں یہی سمجھا جاتا ہے کہ انجانے میں کام ہو گیا۔ بعض اوقات یہ جہالت کے کام بن جاتے ہیں۔ آپ کوئی غلط کام کرتے ہیں اور آپ کو پتہ ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ انجانے میں یہ کام ہو گیا یا یہ کہ میں نے تو یہ کام محسوس ہی نہیں کیا تو یہ چیزیں بھی ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان کا نفس سرکش ہوتا ہے۔

انسان کے اندر سرکشی آتی کیسے ہے؟ اپنی ذات کی معرفت نہیں ہوتی، اپنی طرف توجہ نہیں ہوتی، غلطی کا احساس نہیں ہوتا۔ انسان ان کو چھوٹے چھوٹے کام سمجھتا رہتا ہے اور اندر سرکشی کی ہوا بھرتی رہتی ہے۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان محسوس نہیں کرتا اور اُس کا دل سخت ہوتا چلا جاتا ہے۔ بظاہر یہ چھوٹے چھوٹے کام نظر آتے ہیں مثلاً آپ اُٹھے اور ٹشو پیپر نیچے پھینک کر چلے گئے۔ آپ نے کہا کہ یہ بھلا کون سی بات ہے؟ چھوٹی سی ہی تو بات ہے، خود ہی کوئی اُٹھا لے گا بعد میں۔ کسی اور پہ تو فرق بعد میں پڑے گا آپ کے دل پر پہلے پڑے گا۔ آپ کا دل سخت ہو گیا، آپ نے ماحول کی خرابی کو محسوس نہیں کیا، آپ نے طہارت کا خیال نہیں رکھا جبکہ طہارت تو ایمان کا حصہ ہے۔ کیا نفسِ مطمئنہ کے لیے طہارت کی ضرورت ہے؟ صفائی کی ضرورت ہے؟ صفائی تو چھوٹ گئی۔ جب صفائی چھوٹی ہے تو آپ کے دل کو پریشانی بھی نہیں ہوئی، دل کو پریشانی کیوں نہیں ہوئی؟

اِنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِہٖ

''اللہ تعالیٰ حائل ہے بندے اور اُس کے قلب کے درمیان''۔

آپ کو توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا کہ میں نے کیا خطا کی؟ آپ کے کپڑے میلے تھے، smell سے بھرے ہوئے کپڑے، ٹھیک ہے انسان کا جسم اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی ایسا

ہے کہ اُسے پسینہ آئے گا، جسم گندا ہوگا، کپڑوں میں بدبو آئے گی۔ آپ نے دوسروں کے صاف کپڑوں میں اپنے بدبودار کپڑے پھینک دیے اور دوسرے کپڑوں سے smell آنی شروع ہوگئی۔ آپ نے کہا کہ میں کیا کروں؟ اور کہاں رکھوں؟ یہ کیا ہے؟ کیا سرکشی نہیں ہے؟ آپ نے خود کو سرکشی کی غذا دی۔

چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن انسان محسوس نہیں کرتا کہ میری پکڑ کہاں سے ہوتی ہے؟ میرے اَخلاق کہاں سے خراب ہوتے ہیں؟ میرے معاملات کہاں سے بگڑتے ہیں؟ ایسے ہی مثلاً کسی نے کچن میں جا کر بے دھیانی سے گلاس رکھا اور دوسرا فرد وہاں گیا۔ اب چونکہ اُس کو پہلے سے معلوم نہیں تھا، ٹھوکر لگ گئی اور گلاس ٹوٹ گیا۔ آپ کی طبیعت پہ اثر نہیں ہوا۔ اس گلاس کے حوالے سے آپ نے سوچا ہی نہیں کہ یہ میری خطا تھی، میری ذمہ داری تھی کہ میں اِسے wash کرتی اور درست جگہ پہ place کر دیتی تو یہ گلاس نہ ٹوٹتا۔ وہ گلاس ٹوٹا اور آپ لاپرواہ ہوگئے کہ اِس ٹوٹنے میں میری پکڑ نہیں ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ سے وہ گلاس مانگا جائے گا پھر کہاں سے لا کر دیں گے؟ اس کی وجہ سے نفس سرکش ہوگیا، اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا ہی نہیں۔ وہ الگ جرم ہے جس پر دنیا اور آخرت دونوں جگہ پکڑ ہوگی۔ اِس طرح انسان یہ سمجھتا ہے کہ نمازیں پڑھ لیں، روزے رکھ لیے اور میں بڑا نیک پاک ہوں۔ پاکی کا پتہ تو چلتا ہے دوسرے کے ساتھ رویے سے کہ آپ کتنے پاک ہیں؟

اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ

''اللہ تعالیٰ حائل ہے بندے اور اُس کے قلب کے درمیان''۔

پھر اللہ تعالیٰ انسان کو اُس کے نفس کی خرابی کا پتہ نہیں لگنے دیتا۔ انسان سرکش ہو جاتا

ہے اِسی لیے تو خطائیں کرنی چھوڑنی ہیں۔ اِن غلطیوں کے بارے میں ضرور سوچنا ہے کہ غلطی کہاں سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کو سرکشی کی غذا ملتی ہے۔ ایک اور مثال دیکھیں مثلاً آپ نے کپڑے استری کیے اور آپ کا کپڑا جل گیا۔ آپ کو کپڑے کے جلنے کا اتنا صدمہ ہے کہ آپ یہ بھول گئے کہ میرے جلے ہوئے کپڑے کے آثار استری پر باقی ہیں۔ آپ نے کہا کہ میں کیا کروں؟ اپنا کپڑا دیکھوں یا استری کو دیکھوں؟ میرا تو پہلے ہی اتنا نقصان ہوگیا۔ آپ نے استری چھوڑی اور چلے گئے۔ آپ نے اپنے کپڑے کا تو جو کرنا تھا سو کیا لیکن جس وقت کوئی اور فرد آیا اور اُس نے اپنا کپڑا استری کرنے کی کوشش کی۔ وہ جلا ہوا حصہ اُس کے کپڑے کے ساتھ چپک گیا۔ اب کیا ہو سکتا ہے؟ اب اُس کا کپڑا ابھی جل گیا یا ہو سکتا ہے کہ وہ داغ ہی اُس کے اوپر لگ جائے۔ اب آپ نے تو کہا کہ میں تو فارغ ہوں، میرا کپڑا جلا ہے، دوسرے کا جلا تو آپ نے کہا: ہاں میں نے بھی صبح اپنے کپڑے کیے اور وہ جل گئے تھے۔ اب آپ دیکھیں کہ احساس نہیں ہے ناں کہ مجھ سے کیا خرابی ہوئی؟ یہ احساس کیوں نہیں ہوتا؟

اِنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ

''اللہ تعالیٰ حائل ہے بندے اور اُس کے قلب کے درمیان''۔

احساس لٹ جاتا ہے ذمہ داری کا کیونکہ ایک انسان اپنے آپ کو غیر ذمہ دار اور غیر جواب دہ سمجھتا ہے، اپنے کاموں کے لیے اللہ تعالیٰ کے آگے پیشی کا احساس نہیں ہوتا۔ باتیں تو یہ چھوٹی چھوٹی سی ہیں لیکن اِن چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے ایک انسان کے اندر کتنی بڑی سرکشی آجاتی ہے۔ یہ بات clear ہوئی کہ انسان کا نفس کیسے سرکش ہوتا ہے؟ اور برائیوں کی طرف کیسے آمادہ ہوتا ہے؟

مثال کے طور پر آپ باہر سے آئے۔ آپ اندر آنا چاہتے ہیں اور جوتے باہر رکھ کر آئے۔ آپ نے کہا کہ میں نے تو اپنی طرف سے اپنے جوتے ٹھیک ہی رکھے تھے۔ یہ تو بعد میں آنے والوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے جوتے ٹھیک رکھتے لیکن آپ نے ٹھیک کہاں رکھے تھے؟ آپ نے اپنی sense سے سمجھا کہ میں نے اگر جوتے عین بیچ میدان میں اُتار دیے تو وہ ٹھیک ہی ہیں کیونکہ وہ تو میں نے اُتارنے ہی تھے۔ آپ نے اِسے ترتیب کے ساتھ نہیں رکھا، وہ بیچ میں ہونے کی وجہ سے سارے جوتوں کو ڈسٹرب کر رہے ہیں اور آپ نے کہا کہ میں نے تو ٹھیک ہی کام کیا ہے۔ جب آپ خود کو Realize کراتے ہیں کہ میں نے تو ٹھیک ہی کیا ہے تو یہ کیا ہے؟ یہ ایک پردہ ہے جس کی وجہ سے آپ کو اپنے نفس کی خرابی نظر نہیں آتی۔ ماحول کے اندر رہتے ہوئے دوسروں کے ساتھ رویے میں انسان جو خرابیاں پیدا کرتا ہے اُن کی وجہ سے دل سخت ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے انسان کے لیے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپ واش روم میں وضو کرنے کے بعد تیزی سے نکل آئے کہ میں نے تو اب جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ہے، نماز وقت پر ادا کرنی چاہیے۔ پورا واش روم گیلا ہے، واش بیسن پورے کا پورا آپ نے پانی سے بھر دیا، آپ کو کوئی احساس ہی نہیں اس بات کا کہ کسی دوسرے نے بھی جانا ہے۔ آپ نے سمجھا شاید دنیا میں میں ہی ہوں، کوئی اور پوچھنے پکڑنے والا نہیں ہے۔ نہ کسی نے مجھے دیکھا، نہ میری اس غلطی پر کوئی پکڑ ہونے والی ہے۔ لہٰذا آپ نے سکون کے ساتھ جا کر لمبے لمبے قیام کیے، سجدے کیے، لمبی لمبی دعائیں کیں اور آپ نے اِس بات کا احساس ہی نہیں کیا کہ میں نے ابھی ابھی لوگوں کے حق میں کیا خلاف ورزی کی ہے؟ آپ کو تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ مجھے تو اپنی نماز، دُعاؤں اور قیام کی وجہ سے بڑا اطمینان ہے۔ رکوع سجدے

بھی بڑے اچھے ہوئے، دل بڑا مطمئن ہے لیکن اس کے بعد آپ نیکی کا کوئی اور کام کرنا چاہتی ہیں تو آپ کا دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی اور ہی کر لے گا۔ یہ پچھلی لاپرواہی کے ہی اثرات نظر آتے ہیں، واضح طور پر نیکیاں کرنے سے انسان کی طبیعت گریزاں ہوتی ہے تو یہ گریز کیوں ہے؟ پیچھے دیکھیں تو انسان کو اپنی غلطیاں محسوس ہوں گی۔ جس وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں، پھر غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ جس کو اپنی غلطیاں نظر آنی شروع ہو جائیں اُس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نفس کی خرابیاں مجھ سے دور کرنے کے لیے پردہ ہٹا دیا۔ اب مجھے پتہ لگتا ہے کہ میں کیا خرابی کرتی ہوں؟ اِس بات کو بھی اپنے حق میں برا نہ سمجھیں کہ مجھے ہمیشہ اپنی خرابیاں ہی نظر آتی ہیں۔ خرابیاں نظر آنا بہت مثبت ہے، بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ خرابیاں نظر آئیں گی تب ہی توتوبہ ہوگی اور غلطیوں کی اصلاح ہوگی۔ اِس کی وجہ سے آپ خود سکون میں رہیں گے، دوسروں کو آپ کی وجہ سے سکون ملے گا، پورا ماحول پر سکون ہو جائے گا۔ اسلام یہی سلامتی تو چاہتا ہے۔ جو اسلام قبول کر لیتا ہے خود بھی سلامتی میں آتا ہے اور دوسرے بھی اُس سے سلامتی میں آجاتے ہیں۔

کتنی عجیب بات ہے کہ ایک انسان ہر نماز کے بعد دائیں طرف بھی السلام علیکم کہے اور بائیں طرف بھی السلام علیکم کہے لیکن کسی کو اُس سے سلامتی ملے ہی نہیں۔ بولے تو تکلیف دہ بولے، چپ رہے تو تب تکلیف کہ پتہ ہی نہ چلے کہ اُس کو کیا ہوا ہے؟ ایسے پتھر کا پتھر چلا جا رہا ہے۔ کہیں پتھر بیٹھا ہوا ہے، کہیں پتھر چل رہا ہے، نہ کوئی احساس ہے، نہ کوئی جذبہ ہے، نہ کسی کے دُکھ میں شریک ہے، نہ کسی کی خوشی میں چہرے پر smile آتی ہے، نہ ہی کسی کا کوئی لحاظ ہے۔ بس ایک حرص ہے۔

آپ کھانے کے موقع پر اس رویے کو observe کر سکتے ہیں۔ کھانا کھاتے ہوئے

ایسارویہ ہوتا ہے کہ شاید پہلے تو کبھی کھانا کھایا ہی نہیں ہے، بس یہی پہلا یا آخری موقع ملا ہے۔ نظروں میں اتنی حرص کہ کہیں اور نظر جاتی ہی نہیں۔ یہ جو تکلیف دہ سلسلہ ہے کہ ایک انسان حرص کی وجہ سے صرف اپنے ہی کھانے کی طرف دیکھے اور اردگرد کسی اور کے کھانے کو محسوس ہی نہ کرے کہ کسی اور کو بھی ضرورت ہے۔ کیا اسلام ایسی سلامتی چاہتا ہے؟ اسلام ایسا Attitude چاہتا ہے؟ ایسی شخصیات کی نشوونما کرنا چاہتا ہے کہ جو اتنی خودغرض ہو جائیں کہ صرف اپنی ذات کی فکر ہو اور اپنے سوا کسی اور کی طرف دیکھیں ہی نہیں؟

کیا آج یہ بات واضح ہوئی کہ کیسے ایک انسان کے اندر سرکشی آتی ہے؟ کہاں کہاں سے بچنا ہے؟ کس طرح ہم اپنی غلطی کا اعتراف کریں گے؟ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں گے، انسانوں کے حقوق میں جو غلطیاں ہوئیں، ایک دوسرے سے معافی مانگیں گے تب دل کے اندر گنجائش پیدا ہوگی۔ لہٰذا اب دیکھیں کہ ان چیزوں کا علم ہونا تو ضروری ہے ناں؟ انسان کو تو پتہ ہونا چاہیے کہ خطائیں کون سی ہیں جو دل کو گرفت میں لے لیتی ہیں؟ آپ سوچیں گے، غور کریں گے تو آپ کو اور بھی بہت سی باتیں ملیں گی جن سے پتہ چلے گا کہ کیسے ہم خود خراب ہوتے ہیں اور کیسے ہم دوسروں کو خراب کرتے ہیں۔

ایک تو یہ بات ہے کہ ایک انسان سے خطا ہو جائے وہ توبہ کر لے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خطائیں کرتا ہی رہے، خطائیں کرنے کی ترغیب نہیں دلائی گئی بلکہ توبہ کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ

"انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ایسا ہے، اگر وہ صحیح ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح کام کرتا ہے، اگر وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے۔

خبردار رہو! وہ دل ہے"۔ (صحیح بخاری:56)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِہٖ

"اللہ تعالیٰ حائل ہے بندے اور اُس کے قلب کے درمیان"۔

میں یہ سوچ رہی تھی کہ انسان دل کی بات مانتا ہے تو یہ چیز اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے تو جب وہ دل کی بات مانتا ہے اِس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان اُس وقت غافل ہوتا ہے۔

غافل ہونے کی وجہ سے، دل کی بات ماننے کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹنے کی وجہ سے یہ ساری غلطیاں ہوتی ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ دل ہی اصل factor ہے۔ جب اِس کی ڈائریکشن تبدیل ہوتی ہے وہ رب کی طرف چلا جاتا ہے لیکن یہ معاملہ ہوتا اپنے ہاتھ میں ہے، اپنے اختیار میں ہے۔ جب انسان اور رب کے درمیان ایک پردہ آجاتا ہے تو اس کو کیسے ختم کریں؟

استاذہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِکُلِّ شَیۡءٍ صِقَالَۃٌ وَّاِنَّ صِقَالَۃَ الۡقُلُوۡبِ ذِکۡرُ اللّٰہِ (ابنِ ابی الدنیا)

"یقیناً ہر چیز کی صفائی ستھرائی کرنے والی کوئی چیز ہے اور دل کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰہَ (الحشر:19)

"اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا"۔

بنیادی بات ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولنا۔ نیت اور ارادہ انسان کی زندگی

میں سب سے زیادہ مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ جس وقت ہم کوئی کام کرنے کی نیت کر لیتے ہیں، اِرادہ کر لیتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے کی نیت کر لیتے ہیں کہ اس ٹائم پہ میں نے فلاں طریقے سے یا فلاں انداز سے اللہ تعالیٰ کی بات کو ذہن میں رکھنا ہے تو یہ کام ہو بھی جاتا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے ہم بہت زیادہ ارادے نہیں باندھتے تو غفلت تب آتی ہے، انسان غافل تبھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جب آپ گھر گئے ہوں گے تب آپ اتنے active نہیں رہے ہوں گے۔ وجہ کیا تھی؟ آپ کے اِرادوں کی کمی۔ اِرادے نہیں تھے، بہت ساری چیزوں کی نیت ہی نہیں تھی۔ انسان نیت ہی نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ چلو اتنی دیر تو relax ہی ہو جائیں۔ یہ relax ہونا پتہ ہے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو بھولنا۔ اِس موقع پر ٹھیک ہے کہ انسان گھر والوں سے بھی بات کر رہا ہے اور حتیٰ کہ اُس نے آرام بھی کرنا ہے لیکن آپ نے جب کبھی جس وقت کو utilize کرنے کا پروگرام نہیں بنایا تو آپ کو نیند ہی آئے گی۔ آرام کرتے رہیں گے، گپ شپ کریں گے، آپ اور کوئی ایسا کام کر لیں گے جس میں آپ کا وقت استعمال تو ہو جائے گا لیکن مثبت انداز سے استعمال نہیں ہو گا۔ مثبت استعمال تو آپ کی پلاننگ سے ہو گا۔ Positive utilization آپ کے پہلے سے کیے گئے ارادے سے ہو گی، نیت سے ہو گی۔ ایک کام کو کرنے کا عزم کر لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ، پھر اس سے غفلت نہیں آئے گی۔

انسان کے پاس جب کرنے کے لیے سارے کام نہیں ہوتے مثلاً ایک خاتون کو سارے دن میں صرف کھانا بنانا ہے وہ کھانا ہی بنائے گی جبکہ دوسری خاتون نے کھانا بنانے کے ساتھ کپڑے بھی دھونے ہیں، برتن بھی دھونے ہیں اور اِس کے ساتھ ساتھ گھر اور بچوں کو بھی دیکھنا ہے تو وہ سارے کام کر لے گی۔ ایک خاتون

نے اِس کے ساتھ ساتھ بچوں کو پڑھانا بھی ہے تو وہ بچے بھی پڑھا بھی لے گی۔
ایک اور خاتون ہے کہ جس نے اپنے کام کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے بچے بھی پڑھانے ہیں وہ یہ کام بھی add کر لے گی۔

اِسی طرح آپ اپنی صبحیں اور اپنی شامیں دیکھیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر شامل ہے۔ اِس شہر میں دیکھیں لاکھوں افراد ہیں لیکن ان میں سے کتنے افراد ہیں جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں؟ بہت کم۔ جانتے ہیں کیوں؟ اِن کی پلاننگ میں شامل نہیں ہے، اِرادہ نہیں ہے لہٰذا غافل ہیں۔ ہر غفلت کے پیچھے اگر آپ جھانک کر دیکھیں گے تو اِرادے کی کمزوری کا دخل ہوگا۔ آدم علیہ السلام کیسے بھولے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے اِن پر کیا تبصرہ کیا؟ اِن کے عزم اور اِرادے میں کمی پائی۔ اِرادے کی کمی انسان کو بہت پیچھے لے جاتی ہے لہٰذا صرف اِرادہ کریں۔ اِرادے باندھیں اور ٹائم کو Manage کریں اور وقت کے بارے میں Conscious ہو جائیں کہ اِس کو استعمال کیسے کرنا ہے؟

میں بچپن میں بہت ٹائم ٹیبل بناتی تھی اور بہت tight بناتی تھی۔ بعض اوقات اتنا tight بناتی تھی کہ سانس بھی لینے کا بیچ میں کوئی وقفہ نہ آئے۔ اگر امی کے ساتھ کوئی کام کرانا ہے یا گھر میں کچھ ایسا سلسلہ کرنا ہے، ساتھ میں پڑھنا بھی ہے اور ساتھ میں اور Activities ہیں تو میں پانچ منٹ کا بھی ٹائم ٹیبل بنا لیتی تھی۔ امتحانوں کے دن ہیں تو پانچ منٹ کے دوران بھی میں نے کیا کرنا ہے؟ اِن میں بھی میں نے فلاں چیز یاد کرنی ہے۔ میں نے دیکھا کہ اِن چھوٹے وقفوں نے مجھے زیادہ Help کیا۔ چھوٹے چھوٹے وقفوں کے دوران مجھے کتنا کچھ یاد کرنے کا موقع ملا اور کتنا کچھ Revise کرنے کا موقع ملا اور پھر جیسے رمضان آتا تھا تو میں اپنے رمضان کے

لیے پلان کرتی تھی کہ میں نے رمضان میں کیا کچھ پڑھنا ہے؟ ایک رمضان ایسا آیا کہ اِس میں میں نے 30 کتابیں ختم کیں تقریباً 300 صفحات کی اور یہ صرف اِسی وجہ سے کہ چھوٹے چھوٹے وقفے استعمال کرنے کی پوزیشن میں آگئی اور یہ میری کوئی بہت زیادہ شعوری عمر نہیں تھی جس عمر میں میں نے یہ سارا لٹریچر پڑھا یا باقی چیزیں دیکھیں۔ صرف یہ کہ ایک شوق بیدار ہوا تھا گھر کے ماحول کی وجہ سے بھی اور پھر اپنے ابا جی کو ہمیشہ دیکھا کہ اُنہوں نے کبھی شعوری طور پر اپنا ایک منٹ بھی ضائع کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جیسے انسان کئی چیزیں تو لفظوں سے سیکھتا ہے اور کئی چیزیں رویوں سے سیکھتا ہے تو اِن کی وجہ سے بہت زیادہ اندر احساس تھا اور میں نے محسوس کیا کہ میں نے زندگی میں جتنا زیادہ پڑھا ہے ہمیشہ پلاننگ کے ساتھ۔ کسی جگہ کوئی بڑا کام کیا ہے تو باندھ کے کیا ہے۔ اگر کسی چیز کی پلاننگ نہیں کی تو وہ کام پیچھے رہ جاتا ہے۔ اِس وجہ سے ارادہ ضرور کریں لیکن اِس وجہ سے جو پچھتاوا ہے یہ بڑا Positive ہے الحمدللہ کیونکہ یہ آپ کے لیے fuel کا کام کرے گا، push کرے اور آپ کو بہت آگے لے جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ جہاں پر انسان اپنی ناکردہ غلطیوں کا بھی جائزہ لیتا ہے یعنی غیر محسوس طور پر اُس سے جو باتیں ہوتی ہیں اُس کے اوپر بھی جب ایک انسان سوچتا ہے، غور وفکر کرتا ہے کہ نہیں اس طرح نہیں کرنا، اِس کی وجہ سے آئندہ کی ترقی کے راستے کھلتے ہیں اور اپنے آپ کو زیادہ بہتر بنانے کے راستے کھلتے ہیں۔

طالبہ: مجھے ہر وقت یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کا مائیک میرے پاس ہی لگا ہوا ہے اور میں جو کچھ سوچتی ہوں، جو کرتی ہوں جو بھی میرا عمل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ تک ریکارڈنگ کی صورت میں جاتا ہے تو اِس کے بارے میں تھوڑا سا بتائیں کہ کیا یہ

feelings ٹھیک ہیں؟

استاذہ: ہاں جی! یہ مراقبے کی کیفیت ہے۔ یہ کیفیت نگرانی کو محسوس کرنے کی ہے اور یہ خوش آئند ہے۔ یہی چیز انسان کو بچانے والی ہوتی ہے لیکن یہ کہ ایسے موقع پر کچھ چیزیں انسان کو تلخیوں میں مبتلا کر دیتی ہیں کہ انسان ہر وقت اپنے آپ کو under observation محسوس کرتا ہے تو نارمل نہیں رہتا، بہت Concious ہو جاتا ہے۔ رب پر اُمید بھری نظریں لگانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایک ٹائر سے ہوا نکل جائے تو گاڑی چلتی نہیں ہے۔ اِسی طرح اگر اُمید انسان کی زندگی سے نکل جاتی ہے تو اِس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتا نہیں ہے اور پھر انسان اللہ تعالیٰ سے بچنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے نہیں بچنا بلکہ خطاؤں سے بچنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنا ہے۔ دونوں چیزیں چاہئیں اُمید بھی اور خوف بھی۔

طالبہ: بعض اوقات غلطی کرنے والے کو اپنی غلطی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ منع کرنے پر یا احساس دِلانے پر یہی جواب دیا جاتا ہے کہ ہونا ہی ایسے ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہم بعض کاموں میں مائنڈ سیٹنگ کر لیتے ہیں کہ کام تو ہونا ہی خراب ہے لہٰذا اِسے صحیح کرنے کی کوشش ہی کیوں کریں اور اِس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تو ہونا ہی ایسے ہے، آپ بھی کر و تو آپ کے ساتھ بھی ایسے ہی ہوگا لہٰذا ہمیں بھی منع نہ کریں۔

استاذہ: یہ جو جواب ہے کہ ہونا ہی ایسے ہے، آپ اسے کیا کہیں گے کہ یہ نفسِ امّارہ کا جواب ہے، نفسِ لوّامہ کا یا نفسِ مطمئنّہ کا؟ یہ نفسِ امّارہ، سرکش نفس ہے۔ اپنے آپ کو پہچانیں کیونکہ اپنے آپ کو پہچانیں گے تو اپنے رب کو پہچانیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

طالبہ: توبہ کے حوالے سے سوال کرنا تھا کہ ایک غلطی ہوئی تو اِس پہ بہت زیادہ ندامت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت زیادہ روئے تو دل کی feelings بھی تبدیل ہوئیں لیکن اس کا احساس کچھ دیر رہتا ہے، سوچ رہتی ہی نہیں۔ تسلسل ختم ہو جاتا ہے۔ دوبارہ وہی feelings اِس گناہ کے بارے میں نہیں ہوتیں۔

استاذہ: اللہ کے رسول ﷺ کی مجلس میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ آئے اور بہت ہی تڑپتے ہوئے آئے اور آ کر کہنے لگے کہ حنظلہ منافق ہو گیا، حنظلہ منافق ہو گیا، حظلہ منافق ہو گیا۔ حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آنے سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھی گئے تھے اور اِن کو بھی یہی بات کہی تھی کہ حنظلہ منافق ہو گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حنظلہ کو کیا ہوا؟ تو کہنے لگے کہ جو کیفیت رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ہوتی ہے بعد میں نہیں ہوتی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ یہ کیفیت تو میرے ساتھ بھی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں گئے۔ پھر حنظلہ کی یہ کیفیت سامنے آئی۔ آپ ﷺ نے کیا جواب دیا کہ یہ ایمان کی نشانیوں میں سے ہے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔ ہر وقت انسان کی ایک جیسی کیفیت رہے تو فرشتے سلام کریں۔ ہر وقت ایک جیسی کیفیت نہیں رہتی۔

طالبہ: ایک بات اور شیئر کرنی تھی کہ جیسے ہم لوگ وین پر جاتے ہیں تو اُس میں ٹیپ آن ہوتی ہے۔ انتہائی گھٹن ہو رہی ہوتی ہے لیکن میرے اندر ہمت نہیں ہوتی کہ میں اُنہیں منع کر دوں کہ بند کر دیں۔ کل میں نے بڑی ہمت کر کے کہہ دیا تو اُنہوں نے کہا کہ صبح سے تلاوت لگائی ہوئی تھی ابھی ہم نے گانے لگائے ہیں تو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اِس وقت کیا میرا نفس سرکشی پر آمادہ کر رہا ہوتا ہے جو میں اندر سے تو گھٹی ہوئی ہوتی ہوں اور ویسے ہمت نہیں پڑ رہی ہوتی کہ کچھ کہہ دوں۔

استاذہ: بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے زیادہ لوگوں کا خوف ہے کہ اگر میں نے کہا تو لوگ کیا کہیں گے؟ اور لوگ پتہ نہیں کیا جواب دے دیں؟ مانیں یا نہ مانیں؟ اور ایسے بے فائدہ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور انہوں نے کون سا بات مانی ہے؟ یہ عذر ہے جو نفس generate کرتا ہے، اندر سے باتیں تراشتا ہے تاکہ انسان حق بات کہنے سے رُک جائے۔ انسانوں کا خوف بھی نکالنا ہے اور اندر سے آنے والے وسوسوں کا بھی علاج کرنا ہے۔

طالبہ: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی چیز کی Satisfaction اندر اندر کرنا چاہتا ہے اور وہ ایک طرح سے راضی بھی ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی اندر کچھ کچھ ہوتا ہی رہتا ہے تو میں یہ سوال اس لیے آپ سے کرنا چاہتی ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ میں آپ سے سوال پوچھوں اور مجھے Satisfaction بھی ہو جائے اور اجتماعیت میں اگر سوال پوچھوں تو اِس سے میری تسلی بھی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ مسئلہ حل بھی ہو جائے تو آپ نے ''قرآن کیا ہے؟'' کورس میں افمن شرح صدرہ للاسلام میں بتایا تھا کہ انسان کے اندر کسی ذاتی یا کسی گذشتہ تجربے experience کی وجہ سے بعض اوقات کسی چیز کے بارے میں شرحِ صدر نہیں ہوتا تو اِس میں وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ نقصان اٹھا چکا ہوتا ہے لیکن اگر اجتماعیت کی طرف سے کوئی آرڈر ملے اور انسان اِس بات کو شرحِ صدر نہ ہونے کے باوجود کے ساتھ بھی مانے اور صرف اِس لیے مانے کہ اجتماعیت کا فیصلہ ہے۔

استاذہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو انسان قرآن پڑھتا ہے اور پڑھتے ہوئے اٹکتا ہے اُس کے لیے دوہرا اجر ہے''۔ (صحیح بخاری 4937)

یعنی ایک کام انسان کرنا چاہے لیکن اُس کو کوالٹی کے ساتھ نہ کر پائے، کسی مجبوری کی وجہ سے کہ ابھی سیکھا نہیں یا ابھی پتہ نہیں چلا تو اس پر دوہرا اجر ہے۔ اجتماعیت کے فیصلے کو قبول کرنے کی بات اِتنی خوش آئند ہے کہ اللہ تعالیٰ برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور ضیقِ صدر کو بھی شرحِ صدر میں بدل دیتا ہے۔ ایک بار انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِسے نصرت بھی عطا کرتا ہے، برکت بھی عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کے نفس کو، اُس کے دل اور اُس کے سینے کو اِس گھٹن سے بھی بچا لیتا ہے لیکن اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے ضرور کرنا چاہیے اور دُعا بھی ضرور کرنی چاہیے کہ:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿25﴾ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ﴿26﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿27﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (طٰهٰ 20:25-28)

''اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ سلجھا دے تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں''۔

گھٹن بنیادی طور پر شیطانی عمل کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کبھی یہ اپنے نفس کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ایک انسان اپنے طور پر یہ سمجھتا ہے کہ یہ چیز بھی میرے حق میں مناسب نہیں رہی، کبھی مجھے فائدہ نہیں دیا تو بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اس سے زیادہ فائدہ مند میرے حق میں کوئی نہیں تھا، ایسے ہی میں نے ساری زندگی یونہی سمجھے رکھا۔ ہوسکتا ہے کہ زندگی بھر کے لیے وہ گھٹن دُور ہو جائے۔ اِس وجہ سے بس اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکانا ہے کہ یا اللہ مجھے تو پتہ نہیں اور میرا دل بھی میرے اختیار میں نہیں، آپ نے میرے دل کو بھی مائل کرنا ہے، مجھے برکت بھی عطا کرنی ہے، میرے سینے کی گھٹن کو دور کرنا ہے اور میری مدد فرمانی ہے، میرے کام میں برکت بھی عطا فرمانی

ہے۔ تیرے حکم کے آگے میں جھکی ہوں، تیرے سوا میں کسی کے آگے جھکنے والی نہیں۔ اس لیے کہ میرے سوا تیرے تو بہت سے بندے ہیں لیکن تیرے سوا میرا کوئی آقا نہیں ہے۔ تیرے سوا میں کسی کے سامنے جھک نہیں سکتی۔ آپ محسوس کرتے ہیں کہ جیسے اپنی بات کو شیئر کرنے سے خود کو بھی اور دوسروں کو سمجھ آتی ہو صرف پڑھنے سے ویسے سمجھ نہیں آتی۔

طالبہ: بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں کہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو تو Satisfaction مل جاتی ہے لیکن بعض اوقات Satisfaction نہیں مل رہی ہوتی۔ جیسے آج سے پہلے میں جب نماز پڑھتی تھی تو پہلی والی میری نمازیں ایسی نہیں ہوتی تھیں اب الحمدللہ بہت فرق آیا ہے۔ اب محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں اور میں صحیح شعور کے ساتھ نماز پڑھتی ہوں۔ میں نے یہ پوچھنا تھا کہ میں نے جو اتنی نمازیں چھوڑی ہیں اور جو میں نے ایسے ہی بے دھیانی میں پڑھی ہیں ان کا کفارہ کیا ہے؟

استاذہ: بات یہ ہے کہ جس وقت انسان نماز چھوڑتا ہے وہ ایمان والا نہیں رہتا، اُس کا ایمان کے ساتھ تعلق نہیں رہتا۔ نماز ایسا فرض ہے جو وقت کی پابندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہماری ڈیوٹی لگائی ہے۔ اگر پہلے نمازیں چھوڑی ہیں تو اِس کا مطلب تو یہ ہے کہ اسلام تو قبول ہی اب کیا ہے۔ یہ کوتاہیاں توبہ کے ساتھ دُور ہو سکتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (ھود:114)

''یقیناً نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں''۔

نوافل پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں۔ توبہ کے نوافل پڑھا کریں اور جب آپ

اپنے دل کی Satisfaction کے لیے نیکی کے بڑے بڑے کام کریں گی کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اِس سے بھی کافی فائدہ ہوگا۔ سوچ کر کام کیا کریں۔ مثلاً جب آپ دوسروں تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کے لیے نکلتی ہیں تو نیت کر کے کہ یا اللہ! میرے جو پچھلے گناہ ہوئے، غلطیاں ہوئیں، میں اُن کے کفارے کے طور پر چاہتی ہوں کہ بڑا کام کروں تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔

طالبہ: مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے آس پاس کچھ ایسے افراد ہوتے ہیں جن کے ساتھ ملنے کو دل نہیں کرتا، بات کرنے کو دل نہیں کرتا لیکن صرف یہ سوچ کر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کرنا ہے تو کیا یہ بھی سرکشی ہوتی ہے کہ انسان کے اندر یہ feelings ہوتی ہیں جو اُس کے اندر اٹھتی ہیں؟ اِس کی کچھ وجوہات بھی ہوتی ہیں، کسی کا رویہ پسند نہیں ہے یا کسی کے ساتھ آپ کا clash ہوتا ہے تو اِس کے بارے میں بتائیں کہ کیا کریں؟

استاذہ: بات یہ ہے کہ اگر آپ اس بات کو ایسے اوپن چھوڑ دیں گے کہ مجھے فلاں کا رویہ پسند نہیں یا میرا دیکھنے کو دل نہیں کرتا، نہ بات کرنے کو اور یا اللہ! صرف آپ کی خاطر تو یہ بات لمبے عرصے تک چلے گی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر انسان مل بھی لے لیکن تلخی دُور نہیں ہوتی تو علاج کی ضرورت ہے۔ ایک انسان ایسے موقع پر اپنے آپ سے یہ سوال کیوں نہیں کرتا کہ میں بھی اگر اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوئی اور اگر ایسے ہی اللہ تعالیٰ مجھے دیکھنا نہ چاہیں یا اللہ تعالیٰ مجھے ایسے ہی نظر انداز [ignore] کرنا چاہیں پھر میں کیا کروں گی؟ میں کیوں دوسروں کو برا سمجھتی ہوں؟ ہوسکتا ہے اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی نظروں سے گرا دیں، اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائیں اور آخر مجھ میں اُس سے کیا چیز زیادہ ہے؟ مال کی وجہ سے میں اِترا رہی ہوں؟ یا اپنے

حسن کی وجہ سے یا خاندان کی وجہ سے؟ یا میری حیثیت زیادہ مضبوط ہے؟ کون سی ایسی چیز ہے جس نے ہمیشہ باقی رہ جانا ہے؟ جب اصل حیثیت اعمال کی ہے تو پھر اُس کے اعمال دیکھیں، ہوسکتا ہے کہ اُس کے کتنے ہی اعمال ہوں جو دوسروں سے زیادہ بہتر ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ مجھ سے زیادہ اچھا انسان ہو کہ جس سے ملنے کو میرا جی نہیں چاہتا۔ فیصلے اپنے نفس سے کیوں لیتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی نظروں سے دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں؟ اور ہوسکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں زیادہ متقی ہو، زیادہ پرہیز گار ہو تو دوسروں کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر صحیح کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کوئی زیادہ لمبا چوڑا کام نہیں ہے۔ جو اچھا نہیں لگتا اُس کو گفٹ دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا بہت اچھا طریقہ کار سکھایا ہے:

تَهَادُوْا تَحَابُّوْا (

"تم ہدیے کا لین دین کرو تم آپس میں محبت کرنے لگو گے"۔

محبت بڑھانے کے لیے سلام کریں، سلام کو رواج دیں، تحائف کو رواج دیں، کھانے کھلائیں، خود ہی معاملہ ٹھیک ہوجائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر کسی کے اندر واقعی برائی ہو تو بھلا ہمارے اندر کون سا برائی نہیں ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس دھرتی پر رہنے کی اجازت دیتا ہے تو اُس فرد کو ہم کیوں نہیں اجازت دیتے؟ یعنی یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہونا چاہیے ناں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اجازت دے رہا ہے۔ ہم اُس کی برائی کو برداشت نہیں کر پا رہے تو اپنی برائیوں کو تو دیکھیں۔ واقعی اگر برائی ہے تو آپ کا حق نہیں ہے کہ آپ اُسے برا سمجھیں۔ آپ نے حسنِ سلوک ہی کرنا ہے۔

آن لائن طالبہ: میں ایک ایسی کمیونٹی میں ہوں جہاں غیر مسلم افراد بھی ہوتے ہیں اور اُنہیں

بہت سارے برے کام کرتے ہوئے دیکھ کر پھر میرا دل نہیں کرتا اُن سے بات کروں تو کیا اِس پہ بھی یہ ساری باتیں apply ہوتی ہیں جو آپ نے ابھی بتائی ہیں؟

استاذہ: برے کاموں کو دیکھ کر برائی سے روکنا چاہیے بجائے اِس کے کہ بات کرنا چھوڑ دیں۔ بات کرنا چھوڑنا نفس کا ایک اور عذر ہے کہ برے افراد ہیں، برے کام کرتے ہیں لہٰذا میں بات نہیں کروں گی۔ جس کمیونٹی میں انسان رہتا ہے اگر وہاں عیسائی ہوں یا دوسرے غیر مسلم ہوں اور وہ غلط کام کر رہے ہوں اور انسان اُن کو بھلائی کی طرف بلائے، اچھے طریقے سے بتانے کی کوشش کرے تو ایسی بات نہیں ہے کہ انسان اپنا پیغام Convey نہیں کر سکتا۔ بھلے سے وہ نہ مانیں، آپ کا تو فرض ادا ہو گیا ناں! آپ نے اپنی طرف سے تو یہ کام کر لیا۔ اِسی وجہ سے تو اسلام کی دعوت نہیں پھیلتی کہ لوگوں نے برائی کو برا سمجھنے کے بجائے برا کام کرنے والوں کو برا سمجھنا شروع کیا اور اُنہیں روکنا چھوڑ دیا۔